قصیدہ در مدح مولائے دو جہاں، حاجت روائے عالمیاں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

علامہ سید کلب احمد مانیؔ جائسی

رفعتوں کا مستحق، سچ ہے کہ میرا سر کہاں
رازِ معراجِ جبیں ہے لیکن اَوجِ آستاں

فائدہ نسبت کا ہر شے کو پہنچتا ہے ضرور
یہ تو اک عریاں حقیقت ہے، عیاں کیا ہو بیاں

ذہن میں ہے نسبتِ عبدیتِ باری اگر
بالیقیں ہے اک گدا بھی ہمسرِ شاہِ جہاں

پیرہن کو حسن دے دیتا ہے حُسنِ جامہ زیب
بخشتا ہے اوج پیشانی کو اوجِ آستاں

مطلع

فیضِ نسبت سے بلندی پا گئی ہیں پستیاں
کتنی دنیا کی زمینیں ہو گئیں جنت نشاں

کعبہ یا بیت المقدّس یا مدینہ یا نجف
کربلا یا طوس ان سب کے مدارج ہیں عیاں

غیرتِ خلدِ بریں وہ ارضِ پاکِ کاظمین
فیضِ نسبت نے کہاں سے اس کو پہنچایا کہاں

موسیٰ کاظمؑ کے قدموں نے وہ بخشا ہے شرف
رات دن ہوتا ہے صدقے اس زمیں پر آسماں

مطلع

مرتبہ کیا ہو درِ موسیٰ کاظمؑ کا بیاں
پائے گاہِ شاہِ دیں ہے سجدہ گاہِ قدسیاں

درگہہِ عالی فقط باب الحوائج ہی نہیں
باریابی ہو تو سمجھو مل گیا بابِ جناں

دبدبے سے ان کے زہرہ ہیبتِ موسیٰ کا آب
معجزے ہیں معجزِ عیسیٰ گردوں آستاں

جو زراعت مرکبِ شہ کی قدم بوسی کرے
کیوں نہ ہو پھر اس کی پیداوار کا پلّہ گراں

پیرہن واپس کیا شہ نے بن یقطین کو
غیب دانی نے بچا لی بندۂ مؤمن کی جاں

مطلع

اے شہِ دنیا و دیں کیسے نہ ہو تو غیب داں
جب کہ ہے ہر ظاہر و باطن نصابِ امتحاں

منزلِ دشوار سے گذرا ہے تیرا اقتدار
اک طرف تو واقفِ اسرارِ پنہان و عیاں

ایک جانب ذمہ داری تجھ پہ حفظِ شرع کی
جس پہ عائد ظاہری حالات کی پابندیاں

جانتا ہے تو کہ ہے پیوست انگوروں میں زہر
لیکن اجرائے مشیّت کے لئے حاضر ہے جاں

توڑتا ہے زورِ حق، باطل کا پندارِ شہی
یوں دلِ ہاروں پہ چل جاتی ہے شمشیرِ زباں

مطلع

اے شہِ کون و مکاں، آگاہِ سرِّ دو جہاں
رازدانِ ہر دل و حاجت روائے بیکساں

یہ مُسلّم ہے کہ ہے باب الحوائج تیرا در
یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عاجز ہے سر بر آستاں
کیسے ممکن ہے کہ بر آئے نہ اب دل کی مراد
ہو گدا مایوس تیرے گھر کا یہ شیوہ کہاں
تیرے دشمن بھی ہوئے تیری عطا سے بہرہ مند
میں تو بندہ ہوں ترا، بندہ بھی کیسا خستہ جاں
رحم کا طالب ہوں میں عبد گنہگار و ذلیل
آخر اے مولا ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں

چند سلام

علامہ سید کلب احمد ماتیؔ جائسی

نعمتِ دنیا نہیں یا دولتِ عقبیٰ نہیں
اے وصیِ مصطفٰی قبضہ میں تیرے کیا نہیں
ہاں مجھے تیری ہوس اے جنت الماویٰ نہیں
تجھ سے بہتر کیا مرے شبیرؑ کا روضا نہیں
اک فلک ہے نصب جس کا خرچ کرتا ہے طواف
کربلا میں خیمۂ سلطانِ دیں برپا نہیں
جب اُٹھائی تیغ حیدرؑ نے ظفر تھی ہمرکاب
قطعہ
کب ہوا ایسا کہ میدانِ وغا جیتا نہیں
لافتیٰ الّا علیؑ لا سیف الّا ذوالفقار
اس صدا سے عرصۂ جنگاہ کب گونجا نہیں
ساتویں سے بند ہے شبیرؑ پر آب فرات
فاطمہؑ کے مہر میں گویا کہ یہ دریا نہیں
کربلا میں آ کے دیکھو منظرِ ذبحِ عظیم
ورنہ اک دنبہ تو پیغمبرؐ کا ہم پایہ نہیں
صبح عاشور یہ کہتے تھے رفیقانِ حسینؑ
شام تک یا ہم نہیں یا لشکرِ اعدا نہیں
خیر صدقہ ان کا جنت بھی سہی ماتیؔ مگر
مجھ کو تو دامانِ حیدرؑ چاہئے طوبیٰ نہیں

❁

کیا ہے جو انساں کو خالق کا دیا ملتا نہیں
کیا جو پوشیدہ لکھا ہے بَرملا ملتا نہیں
منکرِ اجرِ رسالت کو خدا ملتا نہیں
ہاں خدا بے حُبِ آلِ مصطفٰیؐ ملتا نہیں
مانعِ عرفانِ واجب ہے یہ پندارِ وجود
ہاں خودی جب تک نہیں مٹتی خدا ملتا نہیں
غیر بھی راحت میں یوں ملتے ہیں جیسے اقربا
دُکھ میں ساتھی، عہدِ غم میں آشنا ملتا نہیں
سُن کے فریادِ پسر مقتل میں آئے ہیں حسینؑ
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں لیکن دلربا ملتا نہیں
اُلفتِ حیدر بتاتی ہے صراطِ مستقیم
ورنہ بے اس شمع کے یہ راستا ملتا نہیں
پوچھتے ملک عدم کا حال لیکن کیا کہیں
جو گیا وہ جادہ پیمائے فنا ملتا نہیں